ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3, 2024

Consumer culture in Akhtar Raza Saleemi's novels

اختر رضا سلیمی کے ناولوں میں صارفی کلچر

Rimsha Kanwal*[1]
PhD Scholar , Department of Urdu, Government College University Faisalabad.
Dr. Abdul Aziz Malik*[2]
Assistant Professor ,Department of Urdu, Government College University Faisalabad

1.رمشا کنول
پی ایچ ڈی سکالر
شعبہ اردو گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد
1-ڈاکٹر عبدالعزیز ملک
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

Abstract:

Akhtar Raza saleemi is one of the best novelists in Pakistan. He has written three novels up to now. In these novels Akhtar Raza Saleemi not only presented the regional culture but also modern issues. Consumerism is the culture of mass consumption and influences the individual's purchasing power and desire for products. Consumerism works by creating an economic system that encourages consumers to buy more through social pressure, advertising, manipulation, and the belief that you'll be happier if you own a particular item. In this article effort is made to analyze the novels of Akhtar Raza Saleemi in the perspective Consumarism

KEYWORDS: novels, content, consumer culture, Market economy, desire, social pressure, manipulation Akhtar Raza Saleemi, Medrenism.

اختر رضا سلیمی پاکستان سے تعلق رکھنے والے بقید حیات اردو اور ہندکو زبان کے شاعر ہیں اس کے علاوہ وہ بہترین ناول نگار بھی ہیں اختر رضا سلیمی اکادمی ادبیات پاکستان کے جریدہ ادبیات کے مدیر ہیں ان کے پانچ شعری مجموعے اور دو ناول شائع ہو چکے ہیں اختر رضا سلیمی نے لکھنے کا آغاز ۱۹۹۷ء میں بچوں کی کہانیاں لکھنے سے کیا انھوں نے سماجی، معاشرتی، سیاسی، مذہبی اور ادبی موضوعات پر مضامین اور کالم بھی لکھے اور آج کل وہ نئی نسل کے شاعر اور ناول نگار کے طور پر جانے جاتے ہیں اختر رضا سلیمی ایسے لوگوں میں سے ایک ہیں جو سے ایک ہیں جن کے ابتدائی شعر ان کی پہچان بن جاتے ہیں ان کا پہلا شعری مجموعہ ۲۰۰۳ء میں جبکہ دوسرا ۲۰۰۸ء میں منظر عام پر آیا۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3, 2024

ان کے شعری مجموعے "اختراع"، "ارتقاع"، خوشبو مرے ساتھ چل پڑی ہے (کلیات) اور خواب دان شامل ہیں دو ناول جو جدید عہد کی عکاسی کرتے ہوئے معابعد جدیدیت کی تکنیک استعمال ہوئی ہے ان میں ایک "جاگے ہیں خواب میں" اور "جندر" شامل ہیں۔

"جاگے ہیں خواب میں"

یہ ناول ۲۰۱۵ء میں شائع ہوا یہ ناول اسلام آباد کے عقب میں مارگلہ کے پہاڑی سلسلے کے دوسری طرف بہنے والے دریائے ہرو کے آس پاس رہنے والوں کی زندگیوں کا احاطہ کرتا ہے اس ناول "خواب میں جاگے ہیں" کا غایاں رنگ آواگون یا تناع کا نظریہ ہے جس کے تحت ناول کا مرکزی کردار "زمان" مختلف ادوار میں مختلف شناختیں لے کر پیدا ہوتا ہے۔

یہ ناول ادوار اشیوک اعظم کے عہد سے لے کر انیسویں صدی میں انگریزوں کے عمل داری اور پھر سے وہاں سے ہوتے ہوئے جدید زمانے تک سفر کرتے ہیں۔

قیامِ پاکستان کے بعد اردو ناول میں بہت تبدیلی آئی۔ نئے طریقے، نقطۂ نظر اور تکنیک عالمی ادب میں بیانیات کے موثر ہتھیار بن چکے ہیں۔ آزادی کے بعد کا عہد اردو ناول کے لیے نئے تجربے کا عہد ہے ترقیافتہ زمانے میں ہر میدان میں ترقی کے راستے وار ہوئے ہیں۔ خط و کتابت نے ترقی کر کے پرنٹ میڈیا اور ڈیجیٹل میڈیا کو فروغ دیا ہے انسانی ذہن نے ہر میدان میں نئی نئی تکنیکوں کی مدد سے اپنی سہولیات کی چیزیں حاصل کر لی ہیں لہٰذا زبان و ادب کا شعبہ بھی الگ نہیں ہے اس میں بھی نت نئے تجربے ہوتے رہتے ہیں اختر رضا سلیمی نے اپنے ناول "جاگے ہیں خواب میں" جادوئی حقیقت نگاری کی تکنیک استعمال کرتے ہوئے ناول کو مابعد جدید دور کے تقاضوں کو پورا کرتے دکھایا ہے اس ناول میں ہزارہ کی قدیم سماجی زندگی کے ساتھ ساتھ ان کے رسم و رواج اور توہمات کو بھی شاندار انداز میں پیش کیا ہے۔

ناول "جاگے ہیں خواب میں" کا مرکزی کردار "زمان" ہے جس کے سر میں زلزلے کے باعث چوٹ لگتی ہے قومے میں چلے جانے سے اسے ایک طویل خواب آتا ہے جو "زمان" کو ڈھائی ہزار سال پیچھے لے جاتا ہے، جہاں وہ اپنی قوم کے ماضی اور حال کا گواہ ہوتا ہے اختر رضا سلیمی نے ناول میں مابعد جدید تکنیک کا استعمال کیا ہے۔ جس جادوئی حقیقت نگاری، طنز، بین المتوبیت، فی مخطوطہ، سیاہ مزاح، تاریخی بیانیہ وغیرہ کا برتاؤ شامل ہیں۔ ان کا ناول مابعد جدید فکشن کی ایک مثال ہے۔

زمان ایک تنہائی پسند نوجوان دکھائی دیتا ہے زمان ناول کا مرکزی کردار اپنے علاقے میں موجود پہاڑ پر موجود غار پر اپنا بیشتر وقت گزارتا ہے اور وہاں موجود چھوٹی چھوٹی مختلف چیزوں پر غور و فکر کرتا ہے ان کی توجیہ جاننا چاہتا ہے دنیا اور دنیا والوں سے بے ذار اور بے نیاز رہتا ہے لیکن قصے میں آگے چل کر پتہ چلتا ہے کہ یہ ہمیشہ سے اس کی شخصیت کے پہلو نہیں تھا۔ اختر رضا سلیمی کے اس ناول کے بارے میں مستنصر حسین تارڑ کی آراء کو بطور مثال پیش کیا جا سکتا ہے وہ لکھتے ہیں:

"اختر رضا سلیمی کے اس ناول کو تجرباتی بھی کہا جا سکتا ہے اسے حقیقت پسندانہ کہنا زیادہ مناسب ہو گا کہ ناول کے مندرجات میں کوئی بھی ایسی بات نہیں جو سراسر خیالی ہو۔"(1)

ناول "جاگے ہیں خواب میں" مابعد جدیدیت فکشن کی بہترین مثال ہے مابعد جدیدیت تکثریت پسند فلسفہ ہے یہ متعدد نظریات پر مشتمل ہے اس لیے کہ کوئی واحد اور حتمی تعریف کا تعین مابعد جدیدیت کی فکر کے بھی خلاف ہے مابعد جدیدیت ہر قسم کی فارمولہ سازی کو مسترد کرتی ہے البتہ کچھ مخصوص تعقلات اور تصورات کی بنا پر مابعد جدیدیت کی پہچان کی جا سکتی ہے پوسٹ ماڈرنیٹی مابعد جدیدیت کی صورتِ حال کے لیے اور پوسٹ ماڈرن ازم کی اصطلاح مابعد جدیدیت اسلوب (Style) کے لیے استعمال ہوتی ہے مابعد جدید صورتِ حال کا تعلق گلو بلائزیشن سے ہے جس کے ذریعے پور دنیا ایک گلوبل ولیج کی طرح بن چکی ہے س میں میڈیا کا کردار ایک بہت ہی اہم کردا ہے اب تو پوری دنیا میڈیا سوسائٹی میں بدل چکی ہے یوں اب دنیا کے کسی بھی خطے میں رونما ہونے والے واقعات منٹوں میں کیا بلکہ سیکنڈوں میں دنیا کے کونے کونے میں اپنے اثرات پہچا دیتے ہیں۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3, 2024

اسی لیے دنیا کا کوئی خطہ یا معاشرہ ایسا باقی نہیں بچا جو مابعد جدید صورتِ حال کے اثرات سے خالی رہا ہو ورلڈ وائڈ ویب (www) کے ذریعے پوری دنیا اور اس کے تمام رہنے والے باشندے ایک جال کی صورت میں آپس میں منسلک ہیں مابعد جدید صورتِ حال ٹیلی ٹیکنالوجی کی ایجاد، گلوبلائزیشن کے ظہور، مابعد صنعتی سماج اور صارفیت سماج میں امیج کی طاقت کے نتیجے میں ظہور پذیر ہوتی ہے۔ مابعد جدیدیت آفاقیت کی بجائے مقامیت پر زور دیتی ہے جس کی وجہ سے مقامی ثقافت کی اہمیت اور احیاء مابعد جدید تخلیق کاروں کا اولین مقصد ہوتا ہے جدید رویوں کے فروغ، بیشتر معاش کے ذرائع، بہترین مستقبل کا حصول اور اپنے سہانے خوابوں کی تکمیل کے لیے افراد کی دیہاتوں سے شہروں کی طرف منتقلی کے نتیجے میں ثقافتی بیگانگی کا پیدا ہونا ایک لازمی امر ہے اس ثقافتی بیگانگی کے نتیجے میں فرد پر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنی ثقافت کی اہمیت آشکار ہوتی جاتی ہے اور وہ اپنی ثقافت کی طرف پلٹنے کی آرزو کرتا نظر آتا ہے مابعد جدیدیت کا بڑا المیہ افراد کی ثقافت کا مٹتا رس کا کرب ہے اور یہ صورتِ حال کو آج کا ادیب اپنی تخلیقات میں بیان کرتا ہوا ملتا ہے۔

اختر رضا سلیمی کے ناول "خواب میں جاگے ہیں" کا مابعد جدید صورتِ حال کے نقطۂ نظر سے جائزہ لیتے ہیں تو ان کے ناولوں کے موضوعات کو احاطہ تحریر میں لاتے ہوئے تہذیب و ثقافت سے لے کر تاریخ و جغرافیہ تک مقاصیت کو ہی برتا ہے محمود احمد قاضی ان کے ناولوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اختر رضا سلیمی کی لکھت میں ایک عمدہ ہنر مندیہ پوشیدہ ہے کہ وہ دور کی کوڑی نہیں لاتا۔ وہ اپنے لوگوں اور اپنے وسیب کی بات کرتا ہے جنگل، پہاڑ، ندیاں سخت کرحتِ زندگی، کانٹے دار جھاڑیاں، ندیاں، مچھلیاں، مرن جیونیہ سب کچھ اس کا اپنا ہے۔"(۲)

مابعد جدید دور میں صارفیت کے سماج نے اپنی جڑیں بہت طاقت ور کر لی ہیں مصنف اختر رضا سلیمی نے اس معاشرتی رویہ پر طنز انداز میں ناول میں بحث کی ہے طنز بھی مابعد جدید ادبی تکنیک ہے اس کے ذریعے تخلیق کار اپنے عہد کے طاقت ور افراد اور عوامی اندازِ فکر کو چیلنجر تا ہے اور معاشرے میں نئی سوچ و فکر پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ بظاہر مشکل اور اہم موضوعات کو کھیل کھیل اور طنزیہ انداز میں بیان کرتا ہے ناول "جاگے ہیں خواب میں" سے اس کی ایک مثال دیکھیں:

"جب اسلام آباد میں گاڑی چلاتے ہوئے اس نے سرخ اشارہ کراس کر لیا تھا اور سارجنٹ نے مک مکانہ کرنے پر اس کے ہاتھ میں سو روپے کا چلان تھما دیا تھا۔ وہ آج تک نہیں سمجھ پایا تھا کہ اسے یہ جرمانہ قانون توڑنے کی وجہ سے ادا کرنا پڑا تھا یا مک مکانہ کرنے پر۔"(3)

اختر رضا سلیمی نے اپنے ناول "جاگے ہیں خواب میں" مابعد جدید معاشرے کو بیان کیا ہے وہ اپنے ماحول اور عہد جس میں وہ سانس لے رہا ہے اس کو بیان کرنا اپنی تخلیق کے موضوع بنایا یہ ناول اپنی طرز میں منفرد ناول ہے اس ناول میں وہ تکنیک جو قرۃ العین حیدر نے اپنے ناول "آگ کا دریا" میں استعمال کی اس کو برتا ہے جس میں ماضی، حال اور مستقبل تینوں زمانوں کو بیان کیا ہے۔

جندر

اختر رضا سلیمی نے "جاگے ہیں خواب میں" ایک کامیاب ناول لکھنے کے بعد دوسرا اہم ناول "جندر" تخلیق کیا یہ ناول ۲۰۱۷ء میں پہلی دفعہ شائع ہوا اور اب تک اس کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ ناول جندر کے بارے میں ڈاکٹر شاہد نواز لکھتے ہیں:

"جندر المیاتی رنگ اور کیفیت میں ڈوبا ہوا ایسا ناول ہے جس نے مٹتی ہوئی مقامیت کو دل آویز بنا کر پیش کیا ہے۔ جندروئی دراصل اس مقاصیت کی آخری نشانیوں میں سے ایک ہے جو مٹنے قریب ہے۔ اس ناول نے اس مٹتی مقامیت کو نہایت دل آویز مشکل میں محفوظ کر لیا ہے۔"(4)

ناول "جندر" اختر رضا سلیمی کا دوسرا اور کامیاب ناول ہے جس میں "ولی خان" کی کہانی بیان کی گئی ہے "ولی خان" ایک ایسا شخص جو موت کے انتظار میں اپنیبیادوں اور پن چکی سے چمٹا رہتا ہے کردار جو اس ناول میں موجود آبائی تہذیب اور اقدار کی نمائندگی کرتے دکھائی

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3, 2024

دیتے ہیں "ولی خان" کی شادی ہاجرہ نامی خاتون سے ہوتی ہے جو آزاد مزاج خاتون ہوتی ہے اور اس کی زندگی کو بدل کر رکھ دیتی ہے "ولی خان" جو پیشے کے اعتبار سے "جندروئی" ہے ہاجرہ اس کی بیوی جو آزاد مزاج خاتون ہے اس کا کردار بھی کچھ کم توجہ کا مستحق نہیں ہے۔ ہاجرہ نے ولی خان سے ذہنی تعلق قائم کرنے کی کوشش کی لیکن وہ ناکام اپنی "ولی خان" کا کردار جندر کے تناظر میں قائم کیا گیا ایک سادہ سا کردار ہے لیکنیہ ایکیاد گار کردار ہے اختر رضا سلیمی نے اس عام کردار کے ذریعے پرانی اور نئی روایات کے تضاد کو اور اس پریشان حال زندگی کو بیان کیا ہے ایک سادہ انسان کی زندگی کو بغیر کسی گھن گرج کے پورے سماجی نظام اور اس کے طرزِ زندگی کی علامت بنایا اور اس کو جدید دور کے انسان کی زندگی کے طور کر پیش کرنا اختر رضا سلیمی کا ایک قابلِ ذکر کارنامہ ہے۔

"جندر گویا یہاں وقت استعارہ ہے پرانے لوگ ثقافت اور اندازِ معدوم ہو جاتے ہیں اور نئی ایجادات اور نیا زمانہ ان کی جگہ لے لیتا ہے۔"(5)

ناول جندر اس صورتِ حال کو بیان کرتا ہے جو مابعد جدید دور میں پیدا ہو رہی ہیں۔ اس دور میں جہاں پرانی چیزیں اور اقدار ختم ہو رہی ہیں اور ایک نئی نسل جدید ٹیکنالوجی اور سائنس کی ترقی کے ساتھ زمانے کو نئے معنی دینے کی کوشش کر رہی ہے۔ جدید دور انسانی سطح پر سائنسی ارتقاء سے ہم آہنگ ہونے کی کوشش کرتا ہے لیکنیہ ذہنی خالی پن کا شکار ہے جو صارفی کلچر میں عام خالی پن ذہنی کیفیت، تنہائی اور خواہشات کی تسکین کے لیے خریداریہ سب اس میں شامل ہیں۔

ناول جندر میں آٹے کی چکی علامتی عطح پر ثقافتی اور انسانی زندگی کا ایک طاقتور اظہار ہے یہاں انسانی کردار اور میکانکی مستقبل ایک دوسرے کا اس طرح سامنا کرتے ہیں انہیں الگ کرنا ناممکن ہے۔ نئی ایجادات نے انسانوں کے باہمی تعلقات کو ختم ہی کر دیا ہے اور اب انسانوں کو تہذیبیا ایک دوسرے سے جڑے رہنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی اس صارفی کلچر نے انسانوں کو اپنی انسانیت بر قرار رکھنے کی اجازت نہیں دی ناول "جندر" میں "ولی خان" اور اس کی خاتون ہاجرہ ذہنی طور پر ایک دوسرے سے دور ہیں اور ان کی باہمی دوری اور غلط فہمیکے پیچھے "جندر" کاوہ مخصوص ماحول اور مثالیت ہے جس نے ولی خان اور ہاجرہ کے درمیان ایک لامحدود خلیج پیدا کر دی "ولی خان" کی "جندر" سے لگن نے اسے زندگی بھر دھرتی سے جوڑے رکھا لیکن وہ ذہنی سطح پر روزمرہ کی تبدیلیوں کا مقابلہ نہ کر سکا۔

"میں نہ جانے کتنی دیر آنکھیں بند کیے۔ کچھ سوچنے کی کوشش کرتا رہا تھا مگر کچھ بھی سوچ نہیں پا رہا تھا۔ میرے دماغ میں بہت سے خیالات اور تصورات آپس میں یوں گڈمڈ ہو رہے تھے جیسے پینتالیس دن پہلے اپنی موت کے بعد یہاں آنے والے پہلے شخص کے بارے میں سوچتے ہوئے۔ میری آنکھوں کے آگے بہت سے چہروں کو لاثر سا بنا ہوا تھا۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے بہت سی تصویر میں ایک دوسرے میں مدغم ہو رہی ہیں اور میں ان میں سے کسی ایک کو دوسری سے جدا نہیں کر پا رہا۔ پھر یکایک ان تصویروں میں سے ایک تصویر جدا ہوئی پہلے وہ ایک غیر واضح سے ہیولے میں ڈھل کر میری آنکھوں کے آگے سرسراتی رہی۔"(6)

ناول نگار اختر رضا سلیمی کے مطابق تہذیب اور اس کے نمائندوں کی زندگی و خوشحالی "جندر" پر منحصر ہے بالآخر آٹے کی برقی مشینیں "جندر" کی جگہ لے لیتی ہے جندر ایک خالص تہذیب، اقدار، روایات اور رسم و رواج کی علامت ہے کہ جب تک جندر کام کر رہا تھا لوگ ایک دوسرے کے قریب اور ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوتے تھے روایتی طریقہ کار جو زندگی میں اپنائے جاتے ہیں اس سے آپس میں ہم آہنگی، میل جول پیدا ہوتا ہے لیکن اس جدید مشینی دور میں جہاں مشینوں کا راج چلتا ہے وہاں آدمی تنہائی کا شکار ہے ناول جندر سے اس مشینی دور میں انسان کے ساتھ کیسا سلوک برتا جاتا ہے سے متعلق ایک اقتباس دیکھیں:

"ممکن ہے کل پیہاں سے گزرنے والے کسی شخص کو اچانک میرا خیال آجائے اور وہ جندر کے صحن میں اتر کر دروازے سے اندر جھانکے اور میری لاش کو صحیح حالت میں پائے۔"(7)

مشینوں کی ایجاد نے لوگوں کے رہن سہن کو بالکل بدل کر رکھ دیا ہے جب مشینیں ایجاد نہیں ہوئی تھیں۔ انسان صبح سویرے منہ اندھیرے جاگ جاتا بیلوں کو جوت کر کھیتوں کی جانب نکل جاتا پورا دن کام کر کے شام کو گھر واپس آتا اور جو اس محنت کے بعد پھل نکلتا تھا وہ

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3, 2024

اناج تھا اور دوسرا کام تھا محنت کرنا۔ اختر رضا سلیمی اس مٹتے دور کا نوحہ کرتے ہیں ابلکہ جدید دور جسے ہم مشینی دور بھی کہ سکتے ہیں اس جدید مشینی دور نے صارفی کلچر کو فروغ دیا اور اس نے جس طرح انسان سے انسانیت چھین کر خود غرضی اور خود پسندی میں مبتلا کیا ہے ااس کے بارے میں بھی بتاتے نظر آتے ہیں ناول "جندر" جدید تہذیب کے غلبے کی نمائندگی کرتا ہے اس جدید دور میں جہاں مشینوں نے زندگی کے باقی شعبوں کو متاثر کیا وہاں صنعتی اور زرعی انقلابات بھی رونما ہوئے انسان مسلسل ارتقا کی جانب رواں دواں ہے ناول جندر میں ہمیں بتایا جاتا ہے کہ جب مشین انسان پر غالب آتی ہے اور انسان سے اس کے کرنے کے کام چھین لیتی ہے۔ اس کے انسان اور انسانی سماج پر اثرات مرتب ہوئے اس کا تذکرہ ناول "جندر" کا موضوع ہے معاشرہ ہمیشہ بہتر سے بہتر کی جانب تگ و دو میں لگا رہتا ہے۔

اس وجہ سے معاشرہ ایک خاص وقت کے بعد خود بھی کروٹ لینے لگتا ہے اور سماج نئی بنیادوں اور اقدار قائم کر کے اس پر کھڑا ہو جاتا ہے ہر نئی چیز کو پرانی کی جگہ لینے کے لیے اسے اس کی جگہ سے ہٹانا پڑتا ہے اس سے انسان سہولت تو حاصل کر لیتا ہے مگر اس کے اندر جو دراڑیں پیدا ہوتی ہیں وہ بہت گہری اور ان کا علاج ناممکن ہوتا ہے ناول "جندر" میں جندروئی نے ایسا لگتا ہے ایک خواب دیکھا جندروئی کی تمام زندگی ایک جندر کے ساتھ گزرتی ہے وہ ایک ان میں محض مشین کا پرزہ ہو اور خراب ہونے پر کسی دوسرے پرزے کے ذریعے تبدیل کر دیا ہو یہ صورتِ حال دونوں ناولوں "جاگے ہیں خواب میں" اور "جندر" میں ملتی ہیں۔

"یہ سب خواب سا ہے بالکل خواب سا، زمانے نے پھریلے تکیے پر سر رکھ کر خلا میں گھورتے ہوئے سوچا۔"(8)

جدید دور نے انسان کا رہن سہن، عادت و اطوار، پسند ناپسند سب کچھ بدل دیا ہے اس جدید صارفیت کے دور میں لوگ شہروں میں رہنا پسند کرتے ہیں وہاں سہولیات زندگی زیادہ ہے لیکن اس کے باوجود دیہی زندگی کو با پسند کرتے ہوئے وہیں بھیپر سکون ملتا ہے ناول جندر کا کردار راحیل اگرچہ شہری زندگی پسند کرتا ہے اور دیہات میں تازہ آب و ہوا کے لیے سال میں دو یا تین بار آب و ہوا کو بدلنے کے لیے ضرور آتا ہے۔ ناول جندر قدیم اور جدید تہذیب کا تضاد ہے اس شہری مشینی زندگی میں انسان اتنی گہرائی تک جا چکا ہے کہ وہ اس سے نکل نہیں سکتا اگرچہ وہ اس کی پسند کی زندگی نہ ہو لیکن اسے زر پرست ماڈرن بننے کے لیے فورس کیا ہو۔

اس مشینی دور میں انسان کی دوسرے انسان کی موت کی خبر تک سن کر بھی پریشان نہیں ہوتا اور کہتا ہے کہ موت بھی ایک مشینی عمل ہی ہے۔

"جب بذریعہ فون میرے بیٹے کو اس کے دفتر میں میری موت کی اطلاع دی جائے گی تو وہ یقیناً دفتر کے ضروری معاملات نمٹا رہا ہو گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس وقت کیسی اہم میٹنگ میں ہو اور اس کے ذاتی سٹاف میں سے کوئی شخص یہ اطلاع کاغذ پر لکھ کر بھجوائے اور اسے میٹنگ سے اٹھ کر آنا پڑے۔ بہر حال جیسے ہی اسے یہ اطلاع ملے گی وہ یک دم سکتے میں آجائے گا۔ اس لیے نہیں کہ اس کے باپ کی موت واقع ہو چکی ہے بلکہ اس لیے کہ مجھے کفنانے دفنانے کے لیے ہر حال میں یہاں آنا پڑے گا اور وہ بھی اپنے بچوں سمیت۔"(9)

ناول جندر کا مرکزی کردار جندروئی جس کا نام ولی خان ہے وہ محض ایک کردار نہیں وہ ایک تہذیب کی عکاسی کرتا ہے۔ "ولی خان" ناول "جندر" میں ایک کہتا ہے:

"میر یہاں اس طرح مرنا صرف ایک انسان کی نہیں ایک تہذیب کی موت ہے۔"(10)

ہاتھ سے کام کرنے والا ایک عہد ختم ہو رہا ہے اس کردار کے ساتھ کب انسان کی جگہ مشین نے حاصل کر لی ہے اب انسانی شکل کے ابورٹ تک جو بالکل انسان کی طرح نقل و حرکت کر سکتے ہیں مارکیٹ میں موجود ہیں انسان ایک بہت تن آسانی کی طرف مائل ہو چکا ہے جو مابعد جدیدیت میں واضح مثالوں سے سامنے آتا ہے ولی خان کا بیٹا پڑھ کر افسر بن جاتا ہے وہ چاہتا ہے کہ اب اس کا والد اپنا کام چھوڑ کر اس کے ساتھ شہر میں رہے لیکن "جندروئی" کو اپنے کام سے محبت ہے وہ خود کام کرنا چاہتا ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3, 2024

اس جدید معاشرے میں جہاں ولی خان کا بیٹا افسر بن کر شہری زندگی گزارتا ہے اسے اپنے باپ کا کام کرنا اپنے لیے طعنہ محسوس ہوتا ہے اس جدید مشینی دور میں صارفی کلچر کو پیدا کیا اس صارفی معاشرے میں مشین نے نہ صرف انسانی کو اپنی طرح ایک چلتی پھرتی مشین بنایا ہے بلکہ اس سے اس کے ہی خون سے وجود پانے والوں کو جدا کر دیا ہے ولی خان کا بیٹا اپنے باپ سے ایک دفعہ کہتا ہے:

"جب سے وہ افسر بنا ہے اسے کئی لوگوں کی طرف سے طعنے مل رہے ہیں مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب کچھ عرصہ پہلے مجھے دمے کا شدید دورا پڑا اور وہ مجھے شہر لے گیا تو ڈاکٹر کے پاس جاتے ہوئے اس نے مجھ سے نظریں چراتے ہوئے کہا تھا کہ ابا ڈاکٹر صاحب کو نا بتانا کہ آپ جندروئی ہیں۔"(11)

اتنا سب کچھ ہو جانے کے باوجود ولی خان اپنا جندروئی والا کام نہ چھوڑ سکا کیونکہ اس اپنے کام سے سکون ملتا تھا ماضی میں انسان اجتماعی زندگی مل جل کر گزارتے تھے اور وہ خود غرض نہیں تھا دوسروں کی خوشی میں اپنی خوشی محسوس کرتا ہے اور اس وقت کا انسان زر پرست بھی نہ تھا نہ اس میں اپنی توقیر بڑھانے کے لیے دکھاوا تھا اسے اپنے رہن سہن اپنی مٹی سے عشق تھا وہ اسی میں جینا مرنا چاہتا تھا ناول نگار اختر رضا سلیمی ناول جندر میں کہتا ہے کہ ایک چیز دونوں انسانوں کو بالکل برابر کٹہرے میں کھڑا کرتی ہے اس میں کوئی فرق نہیں رہنا وہ جدید ہے یا قدیم تہذیب و ثقافت کا یا بندھے اور وہ چیز موت ہے۔

"زندگی کے ہزار رنگ ہیں۔ موت کا ایک ہی رنگ، جو زندگی کے تمام رنگوں کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے۔ مجھے زندگی کا شعور بعد میں ہوا میں نے موت کے سیاہ رنگ کا شعور پہلے حاصل کیا۔"(12)

اس جدید وقت میں انسان کے پاس اپنے انسانوں کے لیے وقت نہیں جدید دور کے انسان کے پاس تو کسی کی موت پر فاتحہ تک پڑھنے کے لیے وقت درکار نہیں۔ اختر رضا سلیمی نے ناول جندر میں بہت ہی خوبصورت طریقے سے جدید دور میں بڑھتی ہوں صارفیت لوگوں کا ایک دوسرے کے لیے ہمدردی، کا نہ ہونا اور ماضی کی تہذیب میں انسان کا وفادار اور محنتی ہونا اس کا اپنے کام سے لگن ہونا بیان کیا ہے ناول "جندر" جدید معاشرتی دور کی بہترین عکاسی کرتا ہے۔

حوالہ جات

1- مستنصر حسین تارڑ، معاصرین کی آرا، مشمولہ: خواب اجتماعی لاشعور اور اختر رضا سلیمی، راولپنڈی: رومیل ہاؤس آف پبلی کیشنز، ۲۰۲۰ء، ص ۱۲۲
2۔ قاضی محمود احمد، معاصرین کی آرا، مشمولہ: خواب اجتماعی لاشعور اور اختر رضا سلیمی، محولہ بالا، ص ۱۴۶
3۔ اختر رضا سلیمی، جاگے ہیں خواب میں، راولپنڈی: رومیل ہاؤس آف پبلی کیشنز، اشاعت سوم، ۲۰۱۷ء، ص ۲۹
4۔ شاہد نواز، ڈاکٹر، اکیسویں صدی کے اُردو ناول میں مقامیت کی دل آویز تشکیل، مشمولہ: سہ ماہی ادبیات، اسلام آباد، شمارہ ۱۲۴، ۱۲۳ جنوری تا جون ۲۰۲۰ء، مدیر اختر رضا سلیمی، اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، ص ۱۵۰۔ ۱۵۱
5۔ محمد طارق انصاری، اختر رضا سلیمی کے ناول جندر میں علاقائی زبان اور ثقافت کے اثرات (مضمون)، مشمولہ: شش ماہی جرنل آف ریسرچ بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان، شمارہ ۲، جولائی تا دسمبر ۲۰۲۰ء، ص ۱۱۱
6۔ اختر رضا سلیمی، جندر، ص ۴۶
7۔ اختر رضا سلیمی، جندر، ص ۱۳
8۔ اختر رضا سلیمی، جاگے ہیں خواب میں، لاہور: شرکت پرنٹنگ پریس، مارچ ۲۰۱۵ء، ص ۱۱
9۔ اختر رضا سلیمی، جندر، ص ۱۱
10۔ ایضاً، ص ۱۰۶
11۔ ایضاً، ص ۳۹
12۔ ایضاً، ص ۱۰۲